مکتبۃ العلوم
کراچی
(1

از اشاعت امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ لاہور نمبر ۳۶

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سرکارِ دو عالم خاتم النبیینؐ حضرت محمد مصطفیٰؐ
کی حیاتِ طیبہ کا مختصر تعارف

(دوسرا ایڈیشن)

Haji Dawood Nasir Library
M. Syed Mohd
Dehlavi
KARACHI-18.

العلماء سماحۃ الحاج مولانا سید علی نقی النقوی صاحب قبلہ
مجتہد العصر دام ظلہ العالی

قیمت ۱۲ پیسہ

MAAB 1431
maablib.org

امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ لاہور

۳۶ واں تبلیغی رسالہ "رسول خدا" کا دوسرا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے جو اس سے پہلے شائع ہو کر سند قبولیت حاصل کر چکا ہے۔ اس صحیفہ مبارکہ میں سرکار ختمی مرتبت حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین کی زندگی کے مختصر حالات ہیں جو قیامت تک تمام انسانوں کیلئے اسوۂ حسنہ ہیں۔

امامیہ مشن لکھنؤ نے چودہ معصومین کی مختصر سوانح حیات شائع فرما کر قوم کی اہم ترین ضرورت کو پورا کرتے ہوئے اپنی بیدار مغزی اور روشن دماغی کا ثبوت دیا ہے۔ اختصار اتنا کہ ۲۰ صفحات کے ایک جز میں پوری سوانحعمری سما جائے اور جامعیت کا یہ عالم کہ ضروری افعال کے سمندر کو سمیٹ کر کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل سے مبسوط کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ ان معصومین کی ذوات مقدسہ کی اہمیت یہ کہ ہر فرد بشر اولاد آدم پر انکی محبت واجب کر دی گئی ہے مگر انکے حالات پر مبسوط کتب کا حصول مشکل اور پھر پڑھنے کیلئے زندگی کی مصروفیات حائل اور ولادت و شہادت کے دن حالات کے سننے کا اشتیاق بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے آسان زبان میں حالات پر مشتمل لٹریچر کی کمی ان تمام مشکلات کا حل سرکار سید العلماء مدظلہ العالی نے اس اختصار نویسی سے کر دیا ہے جس کیلئے قوم کما حقہٗ ان کے بار احسان سے سبکدوش نہیں ہو سکتی۔

اس قلیل القیمت اور کثیر المنفعت سلسلہ اشاعت سوانح حیات کا عظیم ترین فائدہ یہ ہے کہ ناواقف حضرات تک پہنچانے کیلئے مجالس و محافل میلاد میں انکو بطور تبرک تقسیم کیا جا سکتا ہے اور ایسا کرنا انشاء اللہ بہتر نتائج کا حامل ہوگا۔

بہی خواہان ملت سے اپیل ہے کہ ان رسائل کو نہ صرف بچوں کی واقفیت کیلئے ہر گھر میں پہنچائیں بلکہ توسیع اشاعت کیلئے مشن سے رعائتی قیمت پر منگوا کر اپنے ماحول میں مفت تقسیم کا اہتمام فرمائیں مفت تقسیم کے لئے ۱۰۰ رسائل (کوئی ایک یا ملا کر) کے خریدار کو پچاس فیصد رعایت دی جائیگی۔

جولائی ۱۹۶۱ء

(جنرل سیکرٹری)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علیٰ محمد سید الانبیاء والمرسلین و آلہ الطیبین الطاہرین۔

اسلام نے ایک "نظام تمدن" کی حیثیت سے تاریخ عالم میں جو نمایاں جگہ حاصل کی ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے "پیغمبر اسلام" کی سیرت و زندگی میں صرف اس مذہب کے پیروؤں ہی کے لئے ایک مقدس و بابرکت ذکر سمجھ کر جاذبیت نہیں ہے۔ بلکہ تاریخ عالم میں انسانی تہذیب و تمدن کے ارتقاء کی ایک نمایاں منزل ہونے کی بناء پر اسے مشترکہ اہمیت حاصل ہے

یہ بدقسمتی ہے کہ بالعموم کالجوں اور اسکولوں کے مسلمان بچے بھی دوسرے فلاسفروں حکماء وغیرہ کے حالات زندگی سے بہ نسبت اپنے رسولؐ کے زیادہ واقفیت رکھتے ہیں مقدس رہنمایان دین کے مختصر حالات کا یہ سلسلہ اسی لئے شروع کیا جا رہا ہے کہ جنہیں بڑی بڑی کتابوں کے پڑھنے کی فرصت نہیں ہے وہ ان مختصر حالات کو پڑھ کر محفوظ رکھ سکیں۔ اس سلسلہ کی پہلی کڑی حضرت خاتم الانبیاء پیغمبر اسلام محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مقدس حالات کے ماتحت اس رسالہ کی صورت میں پیش کی جا رہی ہے۔

نام و نسب حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی اولاد میں ایک فرزند اسحاقؑ کی اولاد سے بنی اسرائیل تھے۔ جن میں حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ اور بہت سے دوسرے پیغمبر ہوتے اور دوسرے فرزند اسمٰعیلؑ کے بارہ بیٹوں میں قیدار کی اولاد حجاز میں آباد ہوئی تھی جن میں عدنان سب سے زیادہ مشہور تھے پیغمبر اسلامؐ ان ہی کی اولاد میں

سے تھے۔ آپ کا نسب نامہ عدنان تک اس طرح ہے :۔

محمدؐ ابن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

ان میں سے نضر بن کنانہ کی اولاد قریش کہلاتی تھی حضرتؐ کی والدہ آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرۃ بن کلاب بن مرہ تھیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ حضرتؐ ماں اور باپ دونوں طرف سے قریش کے ممتاز قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

ولادت ۵۷۰ء عیسوی میں جس سال ابرہہ حبشی نے خانۂ کعبہ پر ہاتھیوں کی فوج کے ساتھ فوج کشی کی ہے جس سے عربوں نے "عام الفیل" کے نام سے سنہ مقرر کر لیا۔ اسی سال جمعہ کے دن ۱۷ ربیع الاوّل کو حجاز کی سرزمین مکہ پر حضرتؐ کی ولادت ہوئی۔

یتیمی تاریخی حیثیت سے یہ مسلّم ہے کہ حضرتؐ کے سر پر باپ کا سایہ دنیا میں باقی نہیں رہا۔ آپؐ کے والد جناب عبداللہ کا انتقال ہو گیا۔ اسی وقت جب آپؐ ابھی ماں کے پیٹ میں تھے یا پیدا ہونے کے بعد آپ دو مہینے یا سات مہینے کے تھے یا زیادہ سے زیادہ دو برس یا دو برس اور چار مہینے یہ آخری مدت ہے۔ بہرحال مؤرخین میں اس کی تعیین میں اختلاف ہے۔ جس میں کوئی قابل اطمینان فیصلہ دشوار ہے۔ صورتِ حال کی حسرت خیزی اور بڑھ جاتی ہے۔ اس سے کہ چھ سال کی عمر جب ہوئی تو شفیق ماں کا بھی سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ معلوم ہوتا ہے۔ قدرت کی مرضی یہی تھی کہ تمام عالم کو اپنی محبت و شفقت کے سایہ میں جگہ دینے والا خود باپ اور ماں دونوں کے سایۂ عاطفت سے کمسنی ہی میں محروم ہو جائے۔

تربیت قبیلۂ بنی سعد میں سے حلیمہؑ وہ خوش قسمت خاتون تھیں جو رسول اللہؐ کی رضاعت (دودھ پلانے) کے لئے مقرر ہوئیں اور اس دوران میں انہوں نے آپؐ کو اپنے گاؤں میں رکھا۔ اس کے بعد چھ برس کے سن تک آپؐ اپنی والدہ گرامی کے ساتھ رہے۔ جب ماں کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ تو آپؐ کے دادا عبدالمطلبؑ نے آپؐ کو اپنے پاس بلا لیا۔ اور اپنی اولاد میں سب سے زیادہ محبت و شفقت کے ساتھ آپؐ کی پرورش شروع کی۔ مگر دو برس کے بعد جناب عبدالمطلبؑ کی بھی وفات ہو گئی۔ انہیں اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں فکر تھی تو اس بچہ کی حفاظت و نگہداری کی جس کے متعلق انہیں یقین تھا کہ آگے چل کر دنیا کے سامنے اس کا بہت بڑا مرتبہ نمایاں ہوگا۔ اس لئے جب اپنی زندگی سے بالکل مایوسی ہو گئی تو انہوں نے اپنے فرزند ابوطالبؑ کو بلا کر محمدؐ کو ان کے سپرد کر دیا۔ حالانکہ دوسرے بھائی سن میں ان سے بڑے موجود تھے۔ مگر عبدالمطلبؑ کی نگاہ دوربین دیکھ رہی تھی کہ محمدؐ کے لئے جس طرح ابوطالبؑ جان نثاری کے ساتھ خدمت انجام دیں گے اس طرح کوئی دوسرا انجام نہیں دے گا۔

چنانچہ ابوطالبؑ نے اپنی زندگی کے آخری سانس تک ہر طرح کے سخت سے سخت اوقات میں محمد مصطفیٰؐ کی نصرت و حمایت میں اس عہد کو پورا کیا جو وہ اپنے بزرگ مرتبہ باپ عبدالمطلبؑ سے ان کی اکھڑی ہوئی سانسوں کی آخری آمد و رفت کے عالم میں کر چکے تھے۔ آٹھ برس کے سن سے اپنی زندگی بھر رسولؐ کیساتھ انکے چچا ابوطالبؑ وہ محبت صرف کرتے رہے جو اپنی اولاد کیساتھ صرف کرتے تھے۔ اور چچی فاطمہ بنت اسد وہ شفقت کرتی تھیں جس سے رسولؐ کو ماں کی محبت کا لطف حاصل ہو جاتا تھا اسلئے آپؐ نے خود فاطمہ بنت اسد کے انتقال کے موقع پر یہ الفاظ فرمائے کہ "یہ میری ماں کے بعد میرے لئے ماں کا درجہ رکھتی تھیں"۔

شام کا پہلا سفر

جب حضرت کی عمر بارہ[١٢] برس کی تھی تو ابو طالب نے تجارت کے لئے شام کی جانب سفر کیا۔ اس سفر میں آپؐ بھی اپنے چچا کے ساتھ گئے اور اسی ذیل میں بُحیرا راہب نے آپ کو دیکھ کر ان آثار کی بنا پر جو گذشتہ آسمانی کتابوں میں مذکور تھے کہا کہ یہ بچہ نبی ہونے والا ہے۔ اور اسے بڑا اقتدار حاصل ہوگا۔ یہ ملاقات بحیرا سے اثنائے راہ میں صرف تھوڑی دیر کے لئے ہوئی تھی۔ کوئی غلط روایت بھی اس کا پتہ نہیں دیتی کہ آپؐ نے وہاں کچھ عرصہ تک قیام کیا ہو۔

حلف الفضول میں شرکت

جب آپؐ کی عمر بیس سال کی تھی تو قریش میں حلف الفضول کا عہد نامہ ہوا۔ کہ جو بے نظیر شریفانہ اصولوں پر مبنی تھا۔ عبدالمطلب کے انتقال کے بعد قبائل عرب میں مطلق العنانی اور بے آئینی پیدا ہوگئی تھی۔ یہاں تک کہ پردیسیوں کے جان ومال مکہ میں محفوظ نہ رہے تھے۔ اس لئے بنی ہاشم کی دعوت پر زہرہ اور تیم کے قبیلے بھی متفق ہوئے اور سب نے عبداللہ بن جدعان کے مکان پر جمع ہو کر یہ عہد کیا کہ "ہم ہمیشہ مظلوم کا ساتھ دیں گے اور اسوقت تک چین نہ لیں گے۔ جب تک کہ اس کی شکایت رفع نہ ہو جائے اور ہم ایک دوسرے کی حق گوشی میں معاونت کریں گے" اس معاہدہ میں حضرت محمد مصطفےٰؐ نے بھی شرکت فرمائی۔ یہانتک کہ ظہورِ اسلام کے بعد جب عرب کے دوسرے زمانۂ جاہلیت کے معاہدات کالعدم کر دیئے گئے تھے تو بھی آپؐ اس معاہدہ کا اپنے کو پابند سمجھتے ہوئے فرماتے تھے کہ آج بھی اگر کوئی مجھے اس معاہدہ کی بنا پر آواز دے تو میں اس کی آواز پر لبیک کہوں گا۔

سفر تجارت

رسولؐ کی عمر پچیس سال کی تھی جب آپ خدیجہؑ بنتِ خُوَیلد

کے اموالِ تجارت کو لے کر شام کی طرف گئے۔ یہ تجارت کی مہم اتنی کامیابی کے ساتھ انجام پذیر ہوئی کہ جتنا نفع ہر سال حضرت خدیجہؑ کو ہُوا کرتا تھا اس سے دوگنا نفع اُس سال ان کو حاصل ہُوا۔

شادی

تجارتی معاملات کے ذیل میں رسولؐ کے محاسن اخلاق، امانت و دیانت اور بلندی ذات وصفات کا جناب خدیجہؑ کے دل پر نہایت گہرا اثر پڑ چکا تھا اور خود جناب خدیجہؑ کے حسنِ معاملت اور کردار کا رسولِ خداؐ کی نظر میں بھی وزن تھا۔ اسکا نتیجہ یہ ہُوا کہ جب آپؐ کو جناب خدیجہؑ کیساتھ شادی کے پیغام دینے کی طرف متوجہ کیا گیا تو آپؐ نے صرف یہ عذر فرمایا۔ کہ خدیجہؑ کافی مالدار ہیں، میری اتنی مالی حیثیت نہیں ہے کہ میرے ساتھ شادی پر تیار ہو سکیں۔ لیکن درمیانی شخص نے جب ان کے رضامند ہونے کی ذمہ داری لی تو آپؐ نے بخوشی پیغام دینا پسند فرمایا۔ وہی ہُوا کہ جناب خدیجہؑ نے اسے فوراً منظور فرما لیا۔ چنانچہ تاریخ عقد مقرر ہوئی۔ جناب خدیجہؑ کی طرف سے ان کے چچا عمرو بن اسد نے اور حضرتؐ کی جانب سے آپ کے چچا ابو طالبؑ نے خطبۂ عقد اور ایجاب وقبول کے مراسم ادا کئے۔ باوجودیکہ جناب خدیجہؑ عمر میں حضرتؐ سے کافی زیادہ تھیں مگر ان کے لحسن سیرت کی آپؐ کی نظر میں اتنی عزت تھی کہ آپؐ نے ان کی زندگی میں کسی دوسری عورت سے عقد کا تصوّر بھی نہیں فرمایا۔

سیرت کی بلندی

بچپن سے جوانی تک کی زندگی کے تجربات نے عربوں پر یہ اثر کیا کہ انہوں نے متفقہ طور پر آپؐ کی راستبازی اور امانتداری کو تسلیم کر لیا اور آپؐ کو صادق اور امین کے القاب سے یاد کرنا اور اپنی امانتوں کو آپؐ کے پاس رکھوانا شروع کر دیا۔ اس کے علاوہ اہم معاملات میں

آپؐ کے مشوروں کو قابلِ قبول سمجھنے لگے۔ چنانچہ خانہ کعبہ کی مرمت کے موقع پر حجرِ اسود کے نصب کرنے کی عزت حاصل کرنے کی کوشش میں مختلف قبیلوں کے درمیان جو تنازعہ کی صورت ہو گئی تھی وہ آپ ہی کے حکیمانہ فیصلہ سے دور ہوئی اور سب نے اس کو بخوشی تسلیم کر لیا۔

بعثت

حضرتؐ کی عمر چالیس برس کی تھی۔ جب آپ ۲۷ رجب کو تبلیغِ رسالت کے فریضے پر مامور ہوئے اور عملی طور پر خداوندی پیغام کے حامل قرار پائے۔ آپؐ نے بحیثیت رسولؐ اپنے پیغام کو سب سے پہلے اپنی رفیقۂ حیات خدیجہ بنت خویلد تک پہنچایا جس پر وہ سچے دل سے ایمان لائیں اور آپؐ کے چچازاد بھائی علیؑ ابن ابی طالب جو برابر آپؐ کے ساتھ رہتے تھے اور آپؐ کی رسالت کی عظمتوں کے پہلے سے عینی شاہد تھے۔ آپؐ کے دعوائے رسالت کے سب سے پہلے گواہ بنے پھر روز بروز دوسرے افراد تک بھی یہ آواز پہنچتی گئی اور اکا دکا لوگ آپؐ کے دعوے پر ایمان لاتے رہے۔ مگر ابھی تک تبلیغِ رسالت راز داری کے ساتھ خاص خاص لوگوں کے سامنے کی جاتی تھی اور علی الاعلان اپنی آواز کو بلند کرنے کا موقع نہ آیا تھا۔ جو لوگ اسلام قبول کرتے تھے انہیں بھی یہی حکم تھا کہ وہ مخفی طور پر اپنے مذہبی فرائض انجام دیں اور اس کی عام اشاعت نہ کریں۔

دعوتِ عشیرہ

تین برس اسطرح رازداری کیساتھ فرضِ تبلیغ ادا ہونے کے بعد دوسری منزل یہ تھی کہ اپنے قریبی عزیزوں کے مجمع میں اعلان کا حکم آیا۔ آپؐ نے حضرت علیؑ ابن ابی طالب کو حکم دیا کہ دعوت کا سامان کرو۔ چنانچہ سامانِ دعوت کیا گیا اور اس میں تمام قریش کے ممتاز افراد کو مدعو کیا گیا۔ سب جمع ہوئے کھانے کے بعد حضرتؐ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ "میں وہ چیز لے کر آیا ہوں جو دنیا و آخرت دونوں میں بہتری کی ضامن ہے۔ میں خلقِ خدا میں توحید

اور اصلاحِ عمل کی طرف بلانے پر مامور ہوں تم میں سے کون ہے جو اس مہم میں میرا ساتھ دیگا۔ تاکہ وہی میرا رفیق میرا وصی اور میرا خلیفہ ہو"۔ مجمع میں سناٹا سا چھا گیا۔ کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ مگر بس ایک جواں بخت بچہ تھا جو اٹھ کھڑا ہوا اور کہا میں آپکا اس مہم میں دست و بازو ہوں گا۔ یہ علیؑ بن ابیطالب تھے جو عملی طور پر پہلے ہی سے رسولؐ کے بازو بنے ہوئے تھے اور اب اسطرح وہ تمام مجمع کے سامنے بھی عہدِ وفاداری کر رہے تھے۔ پیغمبرؐ نے علیؑ کے کاندھے پہ ہاتھ رکھا اور کہا کہ بس یہ میرا رفیق، میرا وصی اور میرا خلیفہ ہے۔

مصائب و شدائد

رسولؐ نے قریش کے سامنے علانیہ بت پرستی کی مذمت اور خدا پرستی کی تبلیغ شروع کر دی۔ قریش آپؐ کی ایذا رسانی پر آمادہ ہوئے۔ مگر ابو طالبؑ کی شخصیت نے جو آپؐ کی محافظ تھی وہ مجبور ہو رہے تھے آخر اُن میں کے جو ممتاز افراد تھے وہ مل کر ابو طالبؑ کے پاس آئے اور بہت تلخ الفاظ میں رسولؐ کی شکایت کی اور کہا کہ یا تو اپنے بھتیجے کو روک دیجئے اور یا آپ درمیان سے ہٹ جائیے۔ ہم ان سے سمجھ لیں گے۔ ابو طالبؑ نے حضرتؐ سے اسکا تذکرہ کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر چاند رکھ دیں تب بھی میں کلمۂ حق سے خاموش نہیں ہو سکتا۔ ابو طالبؑ نے ان لوگوں کو صاف جواب دے دیا۔ جس سے انکی عداوت کا شعلہ اور زیادہ بھڑک گیا۔ اور خصوصیت کے ساتھ ان غریب مسلمانوں کو بہت تکلیف پہنچانے لگے جنہوں نے رسالتِ پیغمبرؐ پر ایمان قبول کیا تھا۔

ہجرتِ اولیٰ

بعثت کے پانچویں سال مسلمانوں پر مظالم بہت ہونے لگے تو آپؐ نے اپنے اصحاب کو ملکِ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ کافی تعداد میں مسلمان حبشہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ان مہاجرین کے سرگروہ جعفرؓ ابن ابیطالب

تھے جنہوں نے بہترین طریقہ پر عیسائی بادشاہ کے دربار میں اسلامی تعلیمات کی ترجمانی اور تبلیغ کا فرض انجام دیا جس سے بادشاہ اور ارکانِ سلطنت کے دل پر اسلامی مذہب کی عظمت کا سکہ جم گیا اور مسلمانوں کو وہاں اطمینان و سکون کے ساتھ قیام کا موقع ملا۔

محاصرہ

حبشہ میں مسلمانوں کی کامیابی کے حالات کو سنکر مشرکین کے بغض و حسد میں اور ترقی ہوئی اور انہوں نے آپس میں متفق ہو کر یہ طے کیا کہ بنی ہاشم کا پورے طور پر بائیکاٹ کیا جائے نہ صرف یہ کہ انکے ساتھ شادی بیاہ جائز نہ سمجھا جائے بلکہ انکے ساتھ خرید و فروخت بھی نہ کی جائے بلکہ یہاں تک کہ ضروریاتِ زندگی پانی اور کھانا تک پہنچنے نہ دیا جائے۔ ناچار ابوطالبؑ نے رسولؐ کو اپنے ایک محفوظ مکان میں جو پہاڑ کی گھاٹی میں ایک قلعہ کی صورت پر تھا منتقل کر دیا۔ یہ واقعہ بعثت کے ساتویں سال کا ہے اور تین برس مسلسل یہ محاصرہ قائم رہا۔ اس دوران میں حضرت رسول خداؐ اور آپکے ساتھ بنی ہاشم کو سخت تکالیف و شدائد کا مقابلہ کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ کئی کئی وقت ایسے گزر جاتے تھے کہ آب و طعام میسر نہ آتا تھا۔ تین برس کے بعد یہ بائیکاٹ ختم ہوا اور یہ لوگ قلعہ سے باہر نکل سکے

دو بڑے صدمے

افسوس ہے کہ اس محاصرہ کے ختم ہونے سے دو ہی مہینہ کے بعد بعثت کے دسویں سال ابوطالبؑ کا اور انکے صرف پینتیس دن بعد خدیجہ بنت خویلد کا انتقال ہو گیا۔ ان دونوں کی رحلت کا رسول اللہؐ کو شدید صدمہ پہنچا۔ اسی سے آپؐ اس سال کو "عام الحزن" (رنج کا سال) فرمایا کرتے تھے۔

طائف کا سفر

ابوطالبؑ کے بعد قریش کی ایذا رسانی بہت بڑھ گئی۔ وطن کی زمین رسولؐ کیلئے خارزار بن گئی۔ آپکو اسلام کی اشاعت کیلئے اب کسی مناسب مقام کی تلاش تھی چنانچہ آپؐ نے بعثت کے دسویں سال کے آخر میں ایک پناہ گزین کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ ایک داعی حق کی حیثیت سے طائف کی طرف سفر کیا۔ بالکل بے زاد و بے توشہ صرف زید بن حارثؓ کو ساتھ لئے ہوئے آپؐ نے عرب کے اس سرسبز مقام پر دس دن قیام کیا اور فرداً فرداً اسلام کا پیغام ہر ایک تک پہنچایا مگر افسوس کہ

ہدایت کی کھیتی کیلئے یہ شاداب زمین بھی بنجر ثابت ہوتی۔ نہ صرف یہ کہ ان لوگوں نے آپؐ کی آواز پر لبیک نہیں کہی بلکہ آپؐ کو یہاں ٹھیرنے بھی نہیں دیا گیا اور جسم مبارک پر پتھر مارنا شروع کئے۔ آپؐ پھر مکہ معظمہ واپس آئے مگر یہ تمام مشکلات آپؐ کے قدم کو راہِ حق میں مسلسل کوشش سے باز نہ رکھ سکیں

انصار کی ملاقات

مکہ معظمہ میں ہر سال مجنہ اور عکاظ کے جو بازار لگتے تھے اور انمیں مختلف اطراف و جوانب کے قبائل جمع ہوتے تھے اس موقع پر شعرائے عرب اپنے قصیدے سناتے تھے، تجار اپنے اموالِ تجارت لاکر فروخت کرتے تھے اور رسولؐ کا کام یہ تھا کہ وہ قبائل عرب کے سامنے اپنے پیغامِ توحید کو پیش کرکے انکو اپنی حمایت و نصرت کی دعوت دیتے تھے مگر دعوتِ حق کی آواز انہی دلوں پر اثر کیا کرتی ہے جن میں کسی حد تک صلاحیت قبول کی روشنی موجود ہوتی ہے۔ جبکہ اکثر قبائل بجائے وعدۂ نصرت کے حضرتؐ کی باتوں کا مذاق اڑاتے تھے اور ایذا رسانی پر آمادہ ہوتے تھے یثرب کی سرزمین میں ایک جماعت خوش قسمتی سے اس صدا سے متاثر ہو گئی اور انہوں نے عقیدۂ حق کو قبول کرکے آپکی امداد و نصرت کا وعدہ کر لیا۔ یہ تھا انصار کا پہلا گروہ جو شرفِ اسلام سے مشرف ہوا۔ پھر انہوں نے اپنے شہر جاکر رسولؐ کا پیغام پہنچایا اور بہت سے افراد نے غائبانہ آپؐ پر ایمان اختیار کیا۔ دوسرے سال ان میں کے بارہ آدمی رسولؐ سے آکر ملے اور آپؐ سے عقائدِ اسلامیہ کی تعلیم حاصل کی اور تیسرے سال ستر آدمیوں نے حاضر ہو کر اس سعادت کو حاصل کیا۔ مدینہ میں اسلام کافی طور پر پھیل گیا اور لوگ جوق در جوق مسلمان ہونے لگے جن میں سے اکثر صرف تعلیماتِ اسلامی سے متاثر ہو کر اس سعادت کو حاصل کر رہے تھے اور ابھی ان کو آنکھوں سے رسولؐ کے چہرۂ مبارک کی زیارت نصیب نہ ہوتی تھی۔

مدینہ کی طرف ہجرت

یثرب میں اسلام کی کامیابی کی خبریں سنکر اہل مکہ کا غیظ و غضب بڑھتا جاتا تھا اور وہ اب مسلمانوں کو اور زیادہ ناقابلِ برداشت تکلیفیں پہنچانے لگے۔ آخر رسولِ خداؐ نے انکو یثرب کی جانب ہجرت کی اجازت دی اور رفتہ رفتہ اکثر مسلمان مکہ سے نکل گئے۔ صرف رسولِ خداؐ، علی مرتضیٰؑ اور چند دوسرے مسلمان باقی رہ گئے

اب مشرکین کو یقین ہو گیا کہ رسالتمآبؐ کیلئے یثرب میں ایک محفوظ جائے پناہ حاصل ہو گئی ہے اب عنقریب یہ خود بھی وہاں پہنچ جائینگے تو ہمارے مقابلہ میں انکو بڑی طاقت حاصل ہو جائیگی۔ اسلئے دار الندوہ میں جمع ہو کر آپسمیں مشورہ کیا اور یہ طے پایا کہ رات کو وقت آپکے گھر کو گھیر کر آپکے چراغِ زندگی کو خاموش کر دیا جائے۔ حضرت رسولؐ کو اسکی اطلاع پہنچ گئی اور آپ نے طے فرمالیا کہ آپ اپنے بستر پر علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو لٹا کر خود مخفی طریقہ سے زمین مکہ کو چھوڑ کر مدینہ کیطرف روانہ ہو جائیں چنانچہ حضرت علی ابن ابی طالب نے اپنے کو خطرے میں ڈالکر رسولؐ کے بستر پر آرام کیا اور حضرت دشمنوں کی نگاہوں سے مخفی رہ کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے اس اہم واقعہ کو ہجرت کہتے ہیں اور اسی سے مسلمانوں میں ہجری تاریخ کی ابتدا ہوئی ہے جسے اسوقت تک تیرہ سو چھہتر برس پورے ہو چکے ہیں۔

مسجدِ نبویؐ کی تعمیر

سب سے پہلا کام جو رسولؐ نے مدینہ پہنچکر کیا وہ مسجدِ نبوی کی تعمیر تھی جسمیں تمام مسلمانوں کے ساتھ خود رسولؐ بھی پتھر اٹھا اٹھا کر نے میں شریک تھے۔ شروع شروع میں ایک قد آدم اونچی چار دیواری پر اکتفا کی گئی پھر جب تمازت گرمی سے تکلیف ہوئی تو شاخہائے درخت خرما کا ایک سائبان ڈلوا دیا لیکن چھت باوجود اصحاب کے اصرار کے بنانا پسند نہیں فرمائی۔ اس مسجد کے گرد چھوٹے چھوٹے مکانات اپنے اعزا اور ضرورتمند اصحاب کیلئے بنوائے جنکے دروازے پہلے مسجد ہی میں کھلتے تھے مگر بعد کو سوائے حضرت علیؑ ابن ابی طالب کے اور سب کے دروازے مسجد کیطرف سے بند کر دئیے گئے اور آمد و رفت باہر سے قرار دیدی گئی۔

جہاد

جب قریش کو معلوم ہوا کہ رسولؐ بخیر و خوبی مدینہ پہنچ گئے اور انکا مذہب دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے تو انکی آنکھوں میں دنیا اندھیر ہو گئی اور وہ مدینہ کے یہودیوں کیساتھ مل کر کوششیں کرنے لگے کہ اس بڑھتی ہوئی طاقت کو کچل دیں۔ اسکے نتیجہ میں حضرت کو مشرکین قریش اور یہودیوں کیساتھ بہت سی لڑائیاں لڑنا پڑیں جن میں سے اہم موقعوں پر حضرت خود فوجِ اسلام کیساتھ تشریف لیگئے۔ ایسی مہموں کو "غزوہ" کہتے ہیں۔ اور جن موقعوں پر آپؐ اپنے اصحاب میں سے کسی کو فوج کا سردار بنا کر بھیج دیا کرتے ہیں انکو "سریّہ" کہا جاتا ہے۔ غزوات کی مجموعی تعداد

چھبیس ۲۶ ہے جن میں بدر، اُحد، خندق، خیبر اور حنین بہت مشہور ہیں اور سریوں کی تعداد چھتیس ۳۶ تھی جن میں سب سے مشہور جنگ موتہ ہے جس میں جعفر طیارؓ شہید ہوئے۔

صلح حدیبیہ

بدر و اُحد کی لڑائیوں کے بعد جب کچھ عرصہ تک مشرکین مکہ کی طرف سے کوئی جنگی کاروائی نہیں ہوئی تو ہجرت کے چھٹے سال حضرتؐ نے مکہ معظمہ کے حج کا ارادہ کیا اور مسلمانوں کی جماعت کیساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے مگر جب قریشیوں کو رسولؐ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ مکہ سے باہر نکل کر رسولؐ کا راستہ روکنے پر تیار ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ ہم اپنی آنکھوں سے آپؐ کا شہر مکہ میں ورود نہیں دیکھ سکتے۔ مکہ والوں کا یہ جارحانہ اقدام دیکھ کر رسولؐ نے امن پسندی سے کام لیتے ہوئے انکے ساتھ ایک تحریری صلحنامہ کر دیا اس صلحنامہ کے کاتب حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ تھے۔ اسکے شرائط حسب ذیل تھے:۔

۱۔ رسولؐ اس سال مع اپنے متبعین کے بغیر حج کئے ہوئے واپس جائیں۔

۲۔ دس سال تک آپس میں کوئی جنگ نہ ہو۔

۳۔ اگر مکہ والوں میں سے کوئی جا کر مسلمانوں میں شامل ہو جائے تو مسلمانوں کا یہ فرض ہوگا کہ وہ اسے واپس کر دیں۔

۴۔ اگر کوئی مسلمان بھاگ کر مشرکین کے پاس آجائے تو وہ واپس نہیں کیا جائیگا۔

۵۔ عرب کے تمام قبیلوں کو اختیار ہے کہ چاہے وہ رسولِ اسلامؐ کیساتھ معاہدہ کر لیں یا مکہ والوں کے ساتھ ہو جائیں۔

۶۔ سال آئندہ مسلمانوں کو مکہ کی زیارت کا حق حاصل ہوگا لیکن وہ وہاں تین روز سے زیادہ قیام نہیں کر سکیں گے۔

۷۔ مسلمان اس موقع پر اپنے سفری اسلحہ کیساتھ یعنی تلوار ونکو غلاف میں رکھ کر آسکیں گے۔

بعض مسلمان اس معاہدہ کے غیر منصفانہ شرائط پر بڑی ناراضگی کا اظہار کر رہے تھے مگر حضرت رسولؐ نے اسلئے کہ جارحانہ حملہ کا الزام آپؐ پر عائد نہ ہو ان شرائط پر صلح کر کے مکہ سے واپسی اختیار کی اور دوسرے سال معاہدہ کے مطابق حج کیلئے تشریف لیگئے اور حسب معاہدہ تین دن کے بعد مکہ

کر چھوڑ دیا اور مدینہ واپس چلے گئے

فتح مکہ

کچھ ہی عرصہ کے بعد مکہ والے اس معاہدہ پر جو رسول اللہ کیساتھ کیا گیا تھا قائم نہیں رہے۔ اور قبیلہ خزاعہ کو جو پیغمبر اسلامؐ کا حلیف تھا بکر کے قبیلہ نے جو مشرکین کا حلیف تھا تہ تیغ کر د
جب حضرت کو یہ معلوم ہوا تو آپؐ اپنے حلیف قبیلہ کی امداد کیلئے فوراً روانہ ہو گئے اور دس ہزار مسلمانوں ک
فوج کیساتھ مکہ کے قریب پہنچ کر خیمہ زن ہوئے مشرکین میں اب مقابلہ کی طاقت باقی نہ تھی انہوں ن
ہتھیار ڈال دینا مناسب سمجھا اور ماہ رمضان سنہ ۸ ہجری میں آپ فاتحانہ شان سے مکہ معظمہ میں داخل
ہوتے اب پیغمبر اسلامؐ کا رحم و کرم دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے وہ ان لوگوں کی جن سے آپؐ کو سخت تکلیفیں
پہنچی تھیں جنکی وجہ سے آپؐ کو اپنا وطن عزیز چھوڑنا پڑا تھا فتح مکہ کیوقت تمام خطائیں معاف کر دی گئیں
فتح کے موقعہ پر جب لوگ آپؐ کی بیعت کر رہے تھے تو آپؐ نے ان سے پوچھا کہ بتاؤ تم مجھ سے
امید رکھتے ہو۔ سب نے جواب دیا کہ ہمیں اچھائی ہی کی امید ہے آپ فیاض بھائی ہیں اور فیاض بھائی
کے فرزند ہیں ہم آپؐ نے فرمایا جاؤ تم لوگ آزاد ہو۔

دنیا کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ رسول خداؐ نے ابوسفیان کو اسکی بیوی ہند ک
جس نے حضرت حمزہؓ کی شہادت کے بعد انکا کلیجہ نکلوا کر چبایا تھا، وحشی کو جسنے حمزہؓ کو شہید کیا ت
عکرمہ ابوجہل کے بیٹے اور ایسے ہی کئی اشخاص کو جنہوں نے سخت ایذائیں پہنچائی تھیں اور شدی
جرائم کے مرتکب ہوئے تھے۔ آج ظاہری اسلام قبول کرنے کے بعد بغیر کسی شرط کے معاف کر
فتح کے بعد حضرتؐ نے ڈیڑھ ماہ مکہ میں قیام فرمایا اور ملکی انتظام کیلئے وہ اصول جاری کئے ج
مہذب قوموں کی تہذیب کی آج بھی نشانی بن سکتے ہیں۔

حجۃ الوداع

سنہ ۱۰ھ میں حضرت نے اپنی زندگی کا آخری حج کیا ہزاروں مسلمانوں ک
ساتھ بڑی شان و شوکت کیساتھ ارکان حج ادا کئے۔

واپسی میں مقام غدیر خم پر تمام اطراف و جوانب کے مسلمانوں کے مجمع میں یادگار تاریخی خط
ارشاد فرمایا جسمیں آپؐ نے اپنی وفات کے قریب ہونیکی دردناک خبر سناتے ہوئے ان سے اسطرح اقرار لیا کہ میں

تمہارے بارے میں خود تم سے زیادہ اختیارات رکھتا ہوں یا نہیں؟ جب سب نے تسلیم کیا کہ بیشک آپؐ ہم پر ہم سے زیادہ اختیارات رکھتے ہیں تو آپؐ نے حضرت علی بن ابی طالب کا ہاتھ پکڑ کر مجمع کے سامنے اونچا کیا اور فرمایا کہ جو اختیارات مجھے تمہاری نسبت حاصل ہیں وہی علیؑ کو تمہاری نسبت حاصل ہونگے۔ اسطرح آپ نے اپنے بعد کیلئے جانشین کے نام کا اعلان فرمایا۔ مسلمانوں نے اس پر بڑی خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا اور عام طور سے اسوقت علیؑ رسولؐ کے جانشین تسلیم کر لئے گئے۔

اصول تعلیم اور اخلاق و خصائل

پیغمبر اسلامؐ کی تعلیم کا خاص جوہر تمام افراد انسانی کی نگاہ کو مادیت کے احاطہ سے نکالکر ایک غیبی طاقت کی طرف متوجہ کرنا تھا جسکے لحاظ سے تمام افراد انسانی یکساں حیثیت رکھتے ہیں خالق کی توحید اور خلائق کا اتحاد یہی وہ بنیادی اصلیں تھیں جن پر حقوق اللہ اور حقوق الناس کی عمارت بلند ہوتی اور تاریخ انسانی میں پہلے پہل شہری اور انسانی حقوق پورے طور پر عام انسانوں کو بالعموم عطا ہوئے جن سے وہ قومیت، رنگ، جنس یا غربت و فلاکت کی بنا پر محروم رکھے جاتے تھے اسنے پہلے کے تمام تفوق اور بلندی کے امتیازات مٹا کر ایک نیا امتیاز کا معیار قائم کیا اور وہ یہ کہ فضیلت اعمال و افعال کی بنا پر حاصل ہوتی ہے جو شخص فرائض انسانی کو سب سے زیادہ انجام دیتا ہو وہ سب سے بہتر ہے۔

اخلاق پر بہت زور دیا حضرت فرماتے تھے کہ "میں بھیجا گیا ہوں صرف اچھے اخلاق کی تکمیل کیلئے" آپؐ کے ذاتی اخلاق و خصائل بھی اسی مقصد کے ترجمان تھے آپ اتنی بڑی اسلامی جماعت کے سرگروہ ہوتے ہوئے فقرائے مدینہ کیساتھ زانو سے زانو ملا کر بیٹھتے اور انکے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاتے تھے۔

رات رات بھر عبادت خدا ہوتی تھی اتنی کہ پیروں پر ورم آجاتا تھا اور دن بھر قبائل عرب اور مختلف شہروں کے وفود سے ملاقاتیں ہوتی تھیں مسائل کا تصفیہ ہوتا تھا اور بڑے بڑے قضیے حل کئے جاتے تھے ایک انگریز مورخ (باسورتھ اسمتھ) نے لکھا ہے کہ تاریخ میں محمدؐ کی سی ہستی بیک وقت اتنے فرائض انجام دیتی ہوئی نہیں مل سکتی یعنی یہ کہ محمدؐ ایک قوم کے بانی ہوئے ایک نئے نظام سلطنت کے بانی ہوئے اور ایک مذہب کے بانی ہوئے ہیں ایسی مثال کوئی دوسری نہیں ملسکتی۔ اسکے ساتھ آپؐ نے کبھی اپنے کو بادشاہ کہا جانا پسند

مدینۃ العلوم
کراچی

جاناپسند نہیں کیا بلکہ اس سے انکار فرمایا۔

ایک مرتبہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جونہی آپکے سامنے کھڑا ہوا رعب سے کانپنے لگا آپ نے فرمایا۔ اپنے میں آ رہیں کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔ میں ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو شوربے میں بوٹی کو چبا کر کے (غریبانہ) کھانا کھاتی تھی اسی مناسبت سے آپ کی عادتیں نہایت سادہ تھیں، تعمیر کیوقت مزدوروں کی طرح کام کرتے، بازار سے اپنا سودا خرید کر لاتے بلکہ ہمسایوں کو بھی خرید کر لا دیتے تھے، عفو و کرم آپکا خاصہ اور سختیوں کو ہمت کیساتھ برداشت کرنا اور عزم و اطمینان کیساتھ عمل کے جادہ پر قائم رہنا آپکی سیرت میں نمایاں تھا۔

آپکا عمل آپکی تعلیم کا مفسر اور آپکی تعلیم آپکے عمل کا خلاصہ تھی۔ آپکے طرز بیان کی خاص خصوصیت جامعیت تھی، چھوٹے چھوٹے جملوں میں آپ نے وہ اصول ودیعت کر دیئے ہیں جو انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کرتے ہیں۔

قرآن مجید قرآن حقائق و معارف کا وہ خزانہ اور حیات انسانی کا وہ مکمل دستور ہے جو آپکے ذریعہ سے اہل عالم کی ہدایت کیلئے پیش ہوا اور کروڑوں کروڑ انسانوں نے اسوقت سے ابتک اسکے تعلیمات سے فیض حاصل کیا اور ہزاروں ایسے افراد نے بھی جو خود ہمیشہ دور رہے اس پر ایمان کا اقرار نہیں رکھتے اس کی بلندی کا اعتراف کیا ہے۔

وفات دوشنبہ کا دن دوسری ربیع الاول سنہ ۱۱ھ یا ایک قول کی بنا پر ۲۸ صفر کی وہ قیامت خیز تاریخ تھی جب چند روز بیمار رہنے کے بعد مصلح عالم پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے رحلت فرمائی۔ آپکی حسب وصیت آپ کے بھائی اور جانشین حضرت علی بن ابی طالب نے آپکی تجہیز و تکفین فرمائی اور آپکی مسجد کے پاس اسی حجرہ میں جہاں آپ کی وفات ہوئی تھی دفن کیا۔

مدینہ منورہ میں آپ کا قبہ خضراء مسلمانان عالم کی زیارت گاہ ہے جہاں وہ مکہ معظمہ کے حج سے پہلے یا بعد جاتے ہیں اور مسجد نبوی اور روضہ رسول کی زیارت کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

(تعلیمی پریس لاہور)